بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسالہ ’’الوصیت‘‘ کی غرض وغایت

’’الوصیت‘‘ ایک مختصر سا رسالہ ہے جو کہ حضورؑ نے ۲۰ دسمبر ۱۹۰۵ء کو تصنیف فرمایا تھا۔ اس رسالہ کی غرض وغایت کے متعلق آپ فرماتے ہیں۔

’’چونکہ خدائے عزوجل نے متواتر وحی سے مجھے خبر دی ہے کہ میرا زمانہ وفات نزدیک ہے اور اس بارے میں اسکی وحی اس قدر تواتر سے ہوئی کہ میری ہستی کو بنیاد سے ہلا دیا اور اس زندگی کو میرے پر سرد کر دیا۔ اسلئے میں نے مناسب سمجھا کہ اپنے دوستوں اور ان تمام لوگوں کیلئے جو میرے کلام سے فائدہ اٹھانا چاہیں چند نصائح لکھوں۔‘‘ (روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۰۱)

اسکے بعد آپ اپنی وفات کے متعلق اردو اور عربی الہامات تحریر فرما کر اس قدیم سنت باری تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ اولاً۔ اللہ تعالیٰ اپنے انبیا اور رسل کو مبعوث فرما کر انہیں انکی زندگی میں جتنی کامیابی وہ چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جس صدق اور حق کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اسکی تخم ریزی انکے ہاتھ سے کروا کر بعض اوقات انہیں ایسے وقت میں وفات دیتا ہے جس سے بظاہر انکی ناکامی کا تاثر ملتا ہے۔ لیکن بعد ازاں وہ اپنی قدرت ثانیہ کیساتھ ان ظاہری ناکامیوں کو کامیابیوں میں بدل دیتا ہے۔

خلفاء کے تناظر میں موسوی اور محمدی سلسلہ کی مشابہت۔

مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ اگر اللہ تعالیٰ کی قدرت اول کے مظاہر تھے تو یوشعؑ اور صدیق اکبرؓ اسکی قدرت ثانیہ کے مظاہر تھے۔ جس طرح موسوی سلسلہ کے مقاصد بعد ازاں قدرت ثانیہ کے ہاتھ سے پایہ تکمیل کو پہنچے اسی طرح محمدی سلسلہ کے مقاصد عالیہ کی تکمیل بھی قدرت ثانیہ سے ہوئی۔ حضرت موسیٰ کے بعد قدرت ثانیہ کے اکثر مظاہر یعنی آپکے خلفاء ’’روح القدس‘‘ کیساتھ کھڑے ہوئے تھے۔ لیکن آنحضرت ﷺ کے بعد قدرت ثانیہ کے چاروں مظاہر یعنی پہلے چاروں خلفائے راشدین یا تو بذریعہ انتخاب کھڑے ہوئے تھے یا پھر نامزد کیے گئے۔ قدرت ثانیہ کے ان چاروں مظاہر کے بعد یہ قدرت ثانیہ بدقسمتی سے آنحضور ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق اولاً ملوکیت میں اور پھر بعد ازاں جابر بادشاہت میں بدل گئی۔ تیس سالہ قدرت ثانیہ یعنی خلافت راشدہ کے ملوکیت اور بادشاہت میں بدلنے کے باوجود آنحضور ﷺ کی ایک دوسری پیشگوئی (قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ رواہ ابوداؤد۔ یعنی خدا ہر ایک صدی کے سر پر اس امت کیلئے ایک شخص مبعوث فرمائے گا جو اسکے لیے دین کو تازہ کرے گا۔) کے مطابق قدرت ثانیہ ایک دوسرے یعنی مجددین کے رنگ میں جلوہ گر رہی۔ ہر صدی کے سر پر کوئی اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ بندہ روح القدس پا کر کھڑا ہوتا رہا اور بدعات اور دیگر فسادوں کو جو نفسانی جوشوں کی بدولت امت محمدیہ میں راہ پا گئے تھے دفع کرتا رہا۔

محمدی اور احمدی سلسلہ کی مشابہت۔

حتیٰ کہ رفتہ رفتہ چودھویں صدی کے سر پر مجدد اعظم یعنی مہدی دوراں حضرت مرزا غلام احمدؑ روح القدس پا کر کھڑے ہوئے۔ آپ نے ۱۸۸۹ء میں جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی اور احمدیت دراصل اسلام کی بعثت ثانیہ کا ہی دوسرا نام ہے۔ آپ نے اپنے وقت میں اسلام میں داخل بعض غلط عقائد مثلاً حیات مسیحؑ، ختم نبوت اور وحی والہام کے انکار کے علاوہ اور بعض دیگر غلط عقائد کو عقلی اور نقلی قطعی دلائل کیساتھ جھٹلا کر دین اسلام کے زندہ اور سچا مذہب ہونے کی کامیاب جنگ لڑی۔ آپؑ بھی اپنی وفات کا ذکر کر کے فرماتے ہیں۔

﴿غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے (۱) اول خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے۔ (۲) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے۔ اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا۔ اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردد میں پڑ جاتے ہیں۔ اور انکی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں۔ اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں۔ تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ پس وہ جو آخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے معجزہ کو دیکھتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وقت میں ہوا۔ جبکہ آنحضرت ﷺ کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی۔ اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہو گئے اور صحابہؓ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے۔ تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا۔ ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم و لیبدلنھم من

بعد خوفھم امنًا (النور آیت :۵۶)۔یعنی خوف کے بعد پھر ہم انکے پیر جمادیں گے۔﴾(ایضاً صفحہ ۳۰۴تا ۳۰۵)

﴿سوائے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے۔کہ خدا تعالیٰ دوقدرتیں دکھلاتا ہےتا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے۔سواب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کوترک کر دیوے۔اس لیےتم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو۔اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لیے دوسری قدرت کا دیکھنا بھی ضروری ہے۔اور اسکا آنا تمہارے لیے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہےجسکا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں ۔لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لیے بھیج دے گا۔جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔﴾(ایضاً صفحہ ۳۰۵)

٭حضورؑ کے ان دونوں اقتباسات سے درج ذیل تین باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

اولاً۔آپ ایک مجسم قدرت اول تھے اسی طرح جس طرح حضرت موسیٰ،حضرت عیسیٰؑ اور آنحضور ﷺ تھے۔

ثانیاً۔قدرت ثانیہ کا ظہور آپ کی وفات کے بعد ہوگا۔

ثالثاً۔قدرت ثانیہ کا سلسلہ دائمی ہوگا۔

آیت استخلاف کی حقیقت۔

﴿وعد اللہ الذین امنوا منکم و عملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم و لیبدلنھم من بعد خوفھم امنًا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ط و من کفر بعد ذلک فاولئک ھم الفسقون.﴾(۵۶=۲۴)ترجمہ۔اللہ(تعالیٰ) نےتم سے ایمان لانے والوں اور مناسب حال عمل کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ انکو زمین میں خلیفہ بنادے گا۔جس طرح ان سے پہلےلوگوں کو خلیفہ بنادیا تھا۔اور جو دین اس نے انکے لیے پسند کیا ہے وہ انکے لیےا سے مضبوطی سے قائم کردے گا اور انکی خوف کی حالت کے بعد وہ انکے لیے امن کی حالت تبدیل کردے گا۔وہ میری عبادت کریں گے (اور) کسی چیز کو میرا شریک نہیں بنائیں گے اور جولوگ اسکے بعد بھی انکار کریں گے وہ نافرمانوں میں سے قرار دیے جائیں گے۔

جیسا کہ متذکرہ بالا اقتباس میں حضورؑ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ذکر فرما کر بعد ازاں اس آیت کا حوالہ دیا ہے۔یہ بات درست ہے کہ انتخابی خلافت راشدہ بھی اس آیت کی مصداق ہوتی ہے لیکن اول طور پر اس آیت کے مصداق الہامی خلفاء ہوتے ہیں۔انتخابی خلافت جب تک راشدہ رہےتب تک تو یہ اس آیت کی مصداق کہلا سکتی ہے۔لیکن جب یہ ملوکیت اور بادشاہت میں بدل جائے تو پھر ہم ایسی نام کی خلافت کو اس آیت کا مصداق قرار نہیں دے سکتے۔کیا ہم اموی اور عباسی خلفاء پر اس آیت کا اطلاق کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔اسی آیت کے حوالہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام بعض دیگر مقامات پر ارشاد فرماتے ہیں۔

﴿افسوس کہ ایسے خیال پر جمنے والے خلیفہ کے لفظ کو بھی جو استخلاف سے مفہوم ہوتا ہےتدبر سے نہیں سوچتے کیونکہ خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں اور رسول کا جانشین حقیقی معنوں کے لحاظ سے وہی ہوسکتا ہے جو ظلی طور پر رسول کے کمالات اپنے اندر رکھتا ہو اس واسطے رسول کریم نے نہ چاہا کہ ظالم بادشاہوں پر خلیفہ کا لفظ اطلاق ہو کیونکہ خلیفہ درحقیقت رسول کا ظل ہوتا ہے﴾(روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۳۵۳)

﴿ خلیفہ کے معنی جانشین کے ہیں جو تجدید دین کرے۔نبیوں کے زمانے کے بعد جو تاریکی پھیل جاتی ہے اس کو دور کرنے کے واسطے جوانکی جگہ آتے ہیں انکو خلیفہ کہتے ہیں۔﴾ (ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۳۸۳)

﴿یہ یادرہے کہ مجدد لوگ دین میں کچھ کمی بیشی نہیں کرتے ہاں گمشدہ دین کو پھر دلوں میں قائم کرتے ہیں اور یہ کہنا کہ مجددوں پر ایمان لانا کچھ فرض نہیں خدا تعالیٰ کے حکم سے انحراف ہے کیونکہ وہ فرماتا ہے و من کفر بعد ذلک فاولئک ھم الفاسقون۔یعنے بعد اسکے جو خلیفے بھیجے جائیں پھر جو شخص ان کا منکر ہے وہ فاسقوں میں سے ہے۔﴾ (روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۳۴۴)

اب چونکہ ہر نبی کی وفات کے بعد خلافت کا سلسلہ شروع ہوتا ہے لہٰذا آپ بھی موسوی اور محمدی سلسلہ کی طرح اپنی وفات کے بعد دو اقسام کے خلفاء کی خبر دیتے ہیں۔آپ فرماتے ہیں۔

’’اور چاہیے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں۔خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں

میں آباد ہیں۔ کیا یورپ اور کیا اشیاء۔ ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں۔ توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لیے میں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو۔ مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے اور جب تک کوئی خدا سے روح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد مل کر کام کرو۔

(ژ) ایسے لوگوں کا انتخاب مومنوں کے اتفاق رائے پر ہوگا۔ پس جس شخص کی نسبت چالیس مومن اتفاق کریں گے کہ وہ اس بات کے لائق ہے کہ میرے نام پر لوگوں سے بیعت لے وہ بیعت لینے کا مجاز ہوگا۔ اور چاہیے کہ وہ اپنے تئیں دوسروں کے لیے نمونہ بناوے۔ خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ میں تیری جماعت کے لیے تیری ہی ذریت سے ایک شخص کو قائم کرونگا اور اسکو اپنے قرب اور وحی سے مخصوص کرونگا اور اسکے ذریعہ سے حق ترقی کرے گا اور بہت سے لوگ سچائی کو قبول کرینگے۔ سو ان دنوں کے منتظر رہو۔ اور تمہیں یاد رہے کہ ہر ایک کی شناخت اسکے وقت میں ہوتی ہے اور قبل از وقت ممکن ہے کہ وہ معمولی انسان دکھائی دے یا بعض دھوکہ دینے والے خیالات کی وجہ سے قابل اعتراض ٹھیرے۔ جیسا کہ قبل از وقت ایک کامل انسان بننے والا بھی پیٹ میں صرف ایک نطفہ یا علقہ ہوتا ہے۔﴾ (روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۰۶، ۳۰۷)

اب حضورؑ کے ان الفاظ میں دونوں اقسام کی خلافت کی خبر موجود ہے یعنی انتخابی بھی اور الہامی بھی۔ اس رسالہ سے پہلے حضورؑ نے اپنے لیکچر سیالکوٹ میں بھی ان دونوں اقسام کی خلافتوں کا ذکر یوں فرمایا تھا۔ آپ فرماتے ہیں۔

﴿اور ساتواں ہزار ہدایت کا ہے جس میں ہم موجود ہیں۔ چونکہ یہ آخری ہزار ہے اس لیے ضرور تھا کہ امام آخر الزماں اسکے سر پر پیدا ہو۔ اور اسکے بعد کوئی امام نہیں اور نہ کوئی مسیح مگر وہ جو اسکے لیے بطور ظل کے ہو۔ کیونکہ اس ہزار میں اب دنیا کی عمر کا خاتمہ ہے جس پر تمام نبیوں نے شہادت دی ہے اور یہ امام جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مسیح موعود کہلاتا ہے وہ مجدد صدی بھی ہے اور مجدد الف آخر بھی۔﴾ (ایضاً صفحہ ۲۰۸)

ان الفاظ میں بھی آپ فرماتے ہیں کہ میرے بعد ظلی طور پر امام بھی ہونگے اور مسیح بھی۔ اب حضورؑ کے متذکرہ بالا الفاظ میں منتخب ہونیوالے تو امام ہونگے اور روح القدس سے کھڑا ہونیوالا مسیح ہوگا۔ اور یہ روح القدس سے کھڑا ہونے والا وہی زکی غلام مسیح الزماں ہے جسکی خبر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں دی تھی۔ اور چونکہ حضورؑ نے اسے "مصلح موعودؑ" قرار دیا ہے لہذا ضروری ہوا کہ وہ آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق سابقہ مجددین کی طرح پندرھویں صدی کے سر پر روح القدس پا کر کھڑا ہو۔ اب جیسا کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی سے ظاہر ہے کہ حضورؑ کے بعد اگلی صدی ہجری کے سر پر آنیوالا یہ مصلح موعود ایک "نشان رحمت" ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس الہامی پیشگوئی میں "زکی غلام" کے متعلق وہی الفاظ استعمال فرمائے ہیں جو سورۃ مریم کی آیت ۲۲ میں حضرت مریمؑ کو مسیح ابن مریم کی بشارت دیتے ہوئے ارشاد فرمائے تھے۔ قال کذٰلک قال ربک ھو علی ھین و لنجعلہ اٰیۃ للناس و رحمۃ منا و کان امرًا مقضیًا۔ اس (فرشتہ) نے کہا اسی طرح۔ تیرے رب نے کہا ہے کہ یہ بات مجھ پر آسان ہے تا کہ ہم اسے لوگوں کیلئے نشان اور اپنی طرف سے مجسم رحمت بنا دیں اور یہ ایک طے شدہ امر ہے۔ رسالہ الوصیت میں آگے جا کر آپ فرماتے ہیں۔

"قال ربک انہ نازل من السماء ما یرضیک رحمۃ منا و کان امرًا مقضیًا۔ یعنی تیرا رب کہتا ہے کہ ایک امر آسمان سے اترے گا جس سے تو خوش ہو جائے گا۔ یہ ہماری طرف سے رحمت ہے اور یہ فیصلہ شدہ بات ہے جو ابتداء سے مقدر تھی۔ اور ضرور ہے کہ آسمان اس امر کے نازل ہونے سے رکا رہے۔ جب تک یہ پیشگوئی قوموں میں شائع ہو جائے۔ کون ہے جو ہماری باتوں پر ایمان لاوے بجز اسکے کہ خوش قسمت ہو۔" (ایضاً صفحہ ۳۱۵)

ان الفاظ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس "نشان رحمت" نے اس وقت روح القدس پا کر کھڑا ہونا ہے جب ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی اقوام عالم میں خوب شائع ہو جائے گی یعنی حضورؑ کے کم از کم ایک صدی بعد۔

و کان امرًا مقضیًا میں حکمت۔

جب اللہ تعالیٰ نے موسوی مریم علیہا السلام کو ایک زکی غلام کی بشارت بخشی تھی تو اس بشارت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ و کان امرًا مقضیًا یعنی یہ ایک طے شدہ بات ہے۔ ان الفاظ کی یہ غرض تھی کہ چونکہ افزائش نسل کیلئے اللہ تعالیٰ نے یہ قانون مقرر فرمایا ہے کہ عورت اور مرد کی شادی کے نتیجہ میں انسانی نسل کی آگے افزائش ہوتی ہے۔ بغیر شادی کے ایک عورت بچہ تو پیدا کر سکتی ہے لیکن ایسا واقعہ بظاہر قانون قدرت سے ہٹ کر ہوگا۔ حضرت مریم کا یہ فرمانا کہ میرے ہاں لڑکا کیسے پیدا ہوگا جبکہ نہ تو میری شادی ہوئی ہے اور نہ ہی میں بدکار ہوں۔ فرشتہ نے جواباً فرمایا کہ بات اسی طرح ہے لیکن تیرا رب اس بات پر قادر ہے۔ یعنی وہ بظاہر قانون قدرت کے برخلاف ایک کنواری کے بطن سے بھی لڑکا پیدا کر سکتا ہے۔ چونکہ یہ ایک تو مافوق العادت (abnormal) واقعہ تھا اور دوسرا اس وقت موسوی امت میں ایسی صورت حال پیدا ہو چکی تھی کہ اہل زمین کسی آسمانی فیصلے کو

بظاہر ماننے کیلئے تیار نظر نہیں آتے تھے۔ لہذا اس لئے اللہ تعالیٰ نے بشارت کے آخر میں فرمایا کہ و کان امرًا مقضیًا یعنی یہ ایک طے شدہ بات ہے۔ یعنی اگر اہل زمین سارا زور بھی میرے اس فیصلہ کے خلاف لگائیں گے تب بھی میں اپنی بات پوری کر کے چھوڑوں گا کیونکہ یہ ایک تقدیر مبرم ہے۔ کیا آج اس موسوی ابن مریم کی اطاعت کا جوا دنیا کے مقتدر بادشاہ نہیں اٹھائے ہوئے؟

یہی واقعہ آج امت محمدیہ میں محمدی مریم سے ہو گیا ہے۔ محمدی مریم کی جسمانی اولاد نے یہ پسند نہ کیا کہ ''زکی غلام'' یعنی محمدی مریم کا روحانی فرزند آپکی روحانی اولاد میں سے ہو بلکہ وہ پہلے ہی ایک غلط دعویٰ کیساتھ اس الہامی پیشگوئی پر قبضہ کر کے بیٹھ گئی۔ میں احباب جماعت سے پوچھتا ہوں کہ کیا جماعت میں آج اسی طرح نہیں ہو چکا؟ ایک ایسا انسان مصلح موعود کا دعویٰ کر چکا ہے جو مصلح موعود کی بشارت کے دائرہ ہی میں نہیں آتا۔ اور وہ غلط دعویٰ کر کے ایک نظام کیساتھ بظاہر آسمانی ارادے کو ناکام کرنے کیلئے کھڑا ہو چکا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس بشارت کے آخر میں فرمایا کہ و کان امرًا مقضیًا یعنی یہ ایک طے شدہ بات ہے۔ یعنی اگر کچھ لوگ میرے اس فیصلہ کو ناپسند بھی کریں گے تب بھی میں اپنی بات پوری کر کے چھوڑوں گا۔ جب یہ غلط دعویٰ ہوا اس وقت احمدی حضرات کی اکثریت چونکہ مرید تھی لہذا اس غلط دعویٰ کو قبول کرنا انکی مجبوری تھا۔ اب ایک دعویٰ تو ہو گیا اور مریدوں سے منوا بھی لیا گیا۔ لیکن چونکہ دعویٰ غلط تھا لہذا وہ کامیابیاں اور خوشخبریاں جو مصلح موعود سے وابستہ تھیں پوری نہ ہوئیں۔ کہتے ہیں کہ ایک جھوٹ کو سچ بنانے کیلئے سو جھوٹ بولنے پڑتے ہیں لیکن پھر بھی وہ جھوٹ ہی رہتا ہے۔ یہی واقعہ اس دعویٰ مصلح موعود سے ہوا۔ قریباً نصف صدی سے اس جھوٹے دعوے کو سچا بنانے کیلئے عبارتوں میں کمی بیشی، الفاظ کی معنوی تحریف اور ایسے ہی دیگر ہتھکنڈے استعمال ہو رہے ہیں جن سے بظاہر آنیوالے کا راستہ بند ہو جائے۔ لیکن پھر بھی محمودیت اس میں کامیاب نہ ہو سکی۔

ابھی حال ہی میں یکم اپریل تا ۷ اپریل ۲۰۰۵ء کے الفضل انٹرنیشنل میں انور محمود خان آف امریکہ کا ایک مضمون بعنوان ''الوصیت میں بیان فرمودہ ۱۹ نصائح پر ایک طائرانہ نظر'' شائع ہوا ہے۔ اس مضمون میں بھی مضمون نگار نے ''روح القدس'' کے سلسلہ میں افراد جماعت کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ میں محمودیت کے کرتا دھرتا احباب سے گذارش کرتا ہوں کہ افراد جماعت کو پہلے ہی ایک غلط دعویٰ مصلح موعود کیساتھ گمراہ کر دیا گیا ہے۔ خدا کیلئے حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت پر تم رحم کرو اور افراد جماعت کو صراط مستقیم کی بجائے گمراہی کی دلدل میں مزید نہ الجھاؤ۔ مضمون نگار ''اور جب تک کوئی خدا سے روح القدس پا کر کھڑا نہ ہو'' کے بعد لکھتے ہیں :۔ یعنی خلیفہ برحق وہ وجود ہونگے جو روح القدس سے کھڑے کیے جائیں گے''۔ روح القدس سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کا الہام یا اسکی وحی۔ جس انسان کو یہ نعمت عظمیٰ مل جائے وہ بہت خوش نصیب انسان ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ الٰہی رضا کی راہوں پر قدم مارتا رہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اس کو اپنے روح القدس سے نواز دے گا ورنہ اسکی تمنا اور حرص نہیں کرنی چاہیے۔ اب متذکرہ بالا حضورؑ کے اقتباس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح آنحضور ﷺ نے اپنے بعد انتخابی اور الہامی خلافت کی پیشگوئی فرمائی تھی اسی طرح آپ نے بھی اپنے بعد انتخابی اور الہامی خلافت کا وعدہ فرمایا ہے۔ حضورؑ کے ان الفاظ ''ایسے لوگوں کا انتخاب مومنوں کے اتفاق رائے پر ہوگا۔ پس جس شخص کی نسبت چالیس مومن اتفاق کریں گے کہ وہ اس بات کے لائق ہے کہ میرے نام پر لوگوں سے بیعت لے وہ بیعت لینے کا مجاز ہوگا۔ اور چاہیے کہ وہ اپنے تئیں دوسروں کے لیے نمونہ بناوے۔'' سے مراد وہ انتخابی خلافت ہے جو آپ کی وفات ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کے بعد جاری ہوئی ہے۔ ان انتخابی خلفاء کے متعلق حضورؑ نے یہ کہاں فرمایا ہے کہ وہ ''روح القدس'' سے کھڑے ہونگے۔ ہاں یہ انتخابی یا انتظامی خلفاء آپ کے بعد آپکی جماعت کے انتظامی امور کی نگرانی کریں گے اور ہر خلیفہ یا امام کی وفات پر اگلا انتظامی خلیفہ یا امام بذریعہ انتخاب چن لیا جائے گا اور یہ سلسلہ چلتا رہے گا حتیٰ کہ آپکی جماعت میں ہی کوئی موعود شخص ''روح القدس'' پا کر کھڑا ہو جائے گا۔ جب جماعت احمدیہ میں کوئی ایسا مدعی کھڑا ہو جائے تو اس وقت کے منتخب خلیفہ یا امام اور پوری جماعت کا یہ حق ہے کہ وہ اس مدعی سے ''روح القدس'' پانے کا کوئی ثبوت طلب کریں۔ اور اگر وہ اس کا کامل ثبوت پیش کر دے تو پھر پوری جماعت بمعہ منتخب خلیفہ یا امام حضورؑ کے الفاظ کے مطابق اسکی پیروی کرے نہ کہ اہل یہود کی طرح اس کا مقابلہ۔

انور محمود خان صاحب نے خیانت سے کام لیتے ہوئے جان بوجھ کر ''روح القدس'' کو ان انتخابی خلفاء کی طرف پھیرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ کیا یہ دجل نہیں ہے؟ حضورؑ نے کہاں یہ فرمایا ہے کہ یہ انتخابی خلفاء بذریعہ ''روح القدس'' کھڑے ہونگے؟ بلکہ آپ نے تو یہ فرمایا ہے کہ یہ انتخابی خلفاء بذریعہ انتخاب کھڑے ہونگے۔ اور جو بذریعہ ''روح القدس'' کھڑا ہوگا اس کا انتخاب سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ میں مضمون نگار کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ سے لیکر محمودی خلیفہ خامس تک کسی ایک کے متعلق بھی یہ ثابت کر دے کہ وہ ''روح القدس'' سے کھڑا ہوا تھا۔ اگر تم یہ ثابت کر گئے تو میں تمہیں ایک زر کثیر دینے کے علاوہ اس موضوع کے متعلق اپنے تمام مضامین کو بھی تلف کر دونگا۔ آزمائش شرط ہے۔ اور اگر تم یہ ثابت نہ کر پائے تو پھر میری تم سے یہ ادنیٰ سی درخواست ہے کہ اس جھوٹ اور فریب سے باز آ جاؤ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کو مزید گمراہ نہ کرو۔ یہی وہ یہودیانہ اور ظالمانہ افعال ہیں جنکے متعلق حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا تھا۔

﴿اور تجھے معلوم ہو کہ ظلم کی حقیقت یہ ہے کہ ایک شئے اپنے موقعہ سے اٹھا کر عمداً غیر محل پر رکھی جائے۔ تا راہ چھپ جائے۔ اور استفادہ کا طریق بند ہو جاوے۔ اور چلنے والوں پر

بات ملتبس ہو جاوے۔ پس ظالم اسکو کہیں گے جو محرفوں کا کام کرے اور زیادہ کی جگہ کم کر دیوے۔ کیا کیفیت کی رو سے اور کیا کمیت کی رو سے اور محض ظلم اور جھوٹ کی راہ سے کلموں کو ایک معنی سے دوسرے معنوں کی طرف لے جاوے۔ حالانکہ اسکے فعل کیلئے کوئی قرینہ مددگار نہ ہو۔ اور پھر اس بناء پر دھوکہ دینے والوں کی طرح لوگوں کو اپنی مفتریات کی طرف بلانا شروع کرے اور دجالیت کے معنی بجز اسکے کچھ نہیں۔ پس جو شخص فکر کر سکتا ہے اس میں فکر کرے۔ ﴾ (روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۷۹)

میں تمام افراد جماعت سے یہ اپیل کرتا ہوں کہ آپ سب حضورؑ کی روحانی ذریت میں شامل ہیں۔ آپ کا فرض صرف یہ نہیں ہے کہ شرح کے مطابق خاموشی کیساتھ بیسوں چندے دیتے چلے جائیں بلکہ آپکا یہ بھی فرض ہے اور حق ہے کہ اگر جماعت میں کوئی اپنے آپکو سچائی سے بالا سمجھتے ہوئے کوئی جرم یا دھاندلی کر کے پوری جماعت کو صراط مستقیم سے ہٹا بیٹھے تو ایسے شخص کو اگر چہ وہ بانئے جماعت کا جسمانی بیٹا ہی کیوں نہ ہو گردن سے پکڑتے ہوئے جماعت کا قبلہ درست کر دو۔ آجکل خطبات میں خلافت کی حفاظت پر بڑا زور دیا جا رہا ہے۔ میں افراد جماعت سے عرض کرتا ہوں کہ آج کس خلافت کی حفاظت کا نعرہ لگ رہا ہے؟ جماعت میں خلافت راشدہ کو تو ۱۹۱۴ء کے بعد ہی ختم کر کے ملوکیت میں بدل دیا گیا تھا۔ اور آج یہ لوگ خلافت کے نام پر دراصل اپنی جاری ملوکیت کا دفاع کر رہے ہیں۔

خلافت راشدہ کو ہر دور میں بعض نفسانی لوگوں نے خود تباہ کیا اور اسکی جگہ اپنی ملوکیت کو جاری کیا۔ مثلاً امت محمدیہ میں آنحضور ﷺ کے بعد حضرت امیر معاویہؓ اگر چہ صحابی ہونے کیساتھ ساتھ آپ ﷺ کے سالا بھی تھے۔ لیکن اس نے اپنی زندگی ہی میں اپنے بیٹے کو اپنا جانشین نامزد کر دیا۔ اور اس طرح خلافت راشدہ پر کاری ضرب لگا کر اسے موروثی ملوکیت میں بدل دیا۔ بالکل اسی طرح سلسلہ احمدیہ میں حضرت مسیح موعودؑ کے بیٹے مرزا محمود احمد نے ۱۹۱۴ء میں خلافت کی گدی پر بیٹھنے کے بعد تین جرائم کا ارتکاب کیا۔ اولاً ایک جھوٹا دعوی کر کے پیشگوئی مصلح موعود پر قبضہ کیا۔ ثانیاً ایک غیر اسلامی اور غیر فطری نظام بنا کر آنیوالے موعود مصلح کا راستہ روکا ہے اور ثالثاً اس نظام کو اس طرح ترتیب دیا کہ سوائے مغلیہ خاندان کے کوئی دوسرا خلیفہ نہ بن سکے۔ اور اس طرح احمدی خلافت راشدہ ختم ہو کر محمودیت یعنی مغلیہ ملوکیت میں بدل گئی۔ نام نہاد خلافت کی حفاظت کے علاوہ محمودی خلفاء اور انکے حواریوں نے ہر دور میں غلبہ اسلام اور اشاعت اسلام کا خوب غلغلہ مچایا ہے۔ اجلاسات اتنے منعقد کیے جاتے ہیں کہ غریب سادہ لوح مریدوں کو سر کھرچنے کا بھی وقت نہیں ملتا۔ ان سب پھرتیوں اور تیزیوں کا مدعا یہ ہے کہ کہیں یہ بیوقوف مرید ہوش میں نہ آجائیں اور انکی توجہ اس دھاندلی اور جرم کی طرف مبذول نہ ہو جائے جو یہ لوگ کر چکے ہیں۔ میں ہر احمدی سے درد دل سے گذارش کرتا ہوں کہ تم سب مل کر ان کھڑپینچوں سے کہو کہ احمدی خلافت راشدہ کی صف تو آپ پہلے ہی گول کر چکے ہو۔ رہا سوال غلبہ اسلام اور اشاعت اسلام کا تو انشاءاللہ یہ غلبہ اور اشاعت اسلام ضرور ہو گی لیکن پہلے آپ اس جرم اور دھاندلی کا حساب تو دو جس کا ارتکاب خلیفہ ثانی نے ایک جھوٹا دعوی مصلح موعود کر کے کیا ہے۔ آپ نے یہ دھاندلی اور جرم کیوں کیا ہے؟ آج حضورؑ کا روحانی فرزند یعنی زکی غلام مسیح الزماں اور اس صدی ہجری کا موعود مصلح آپکے سر پر کھڑا ہے۔ وہ آپکو اپنے مقابلہ کیلئے بلا رہا ہے۔ اگر تم سچے ہو تو پہلے اس کا مقابلہ تو کرو۔ میں محمودی خلیفہ اور اسکے حواریوں سے کہتا ہوں کہ تم نے بھی آجکل مولوی محمد حسین بٹالوی ایسا طور طریقہ اختیار کر رکھا ہے یعنی اختلاف رکھنے والوں کا جماعت سے اخراج کرنا، مقاطعہ کرنا اور انکے گھروں میں پتی اور پتنی کا باہم جھگڑا کروانا وغیرہ۔ یہ سب تمہارے پسندیدہ اعمال صالحہ ہیں۔ کچھ تو خدا کا خوف کرو۔

شرم تم کو مگر نہیں آتی

اسی ضمن میں ایک مشہور واقعہ جو حضورؑ کی زندگی میں ہوا تھا خاکسار اسے بیان کرتا ہے اسلئے کہ آپکو کچھ غیرت آئے اور آپ کچھ سوچیں کہ آج آپ کہاں کھڑے ہیں؟ یہ لدھیانہ کے مباحثہ کا ذکر ہے جو حضرت مسیح موعودؑ اور مولوی محمد حسین بٹالوی کے درمیان ہوا تھا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی کے ملنے والوں میں ایک مولوی نظام الدین تھے۔ اس نے مولوی محمد حسین سے پوچھا کہ کیا قرآن شریف میں حضرت مسیح کی زندگی کے بارے میں بھی کوئی آیت ہے؟ کیونکہ مرزا صاحب تو آیت پر اڑے ہوئے ہیں۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے جواباً کہا کہ قرآن شریف میں حیات مسیح کے بارے میں بیس آیات ہیں۔ مولوی نظام الدین صاحب نے اسے کہا کہ پھر میں جاؤں اور مرزا صاحب سے گفتگو کروں۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے کہا ہاں جاؤ۔ مولوی نظام الدین صاحب حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آتے ہی کہا کہ مرزا جی تمہارے پاس کیا دلیل ہے کہ عیسیٰ مر گئے ہیں؟ حضورؑ نے فرمایا کہ قرآن شریف ہے۔ مولوی نظام الدین صاحب نے کہا کہ اگر قرآن شریف میں حضرت مسیحؑ کی حیات کے متعلق آیت ہو تو پھر آپ مان لیں گے۔ حضورؑ نے فرمایا کہ ہاں میں مان لونگا۔ مولوی نظام الدین صاحب نے کہا کہ میں ایک دو نہیں بلکہ بیس آیات قرآن شریف سے حیات مسیحؑ کے متعلق آپکو لا کر دیتا ہوں۔ حضورؑ نے فرمایا بیس آیات نہیں۔ اگر ایک آیت ہی لا کر دے دو گے تو میں قبول کر لونگا اور اپنے دعوی مسیح موعودؑ کو چھوڑ کر توبہ کر لونگا۔ مولوی نظام الدین صاحب نے کہا کہ دیکھنا پکے رہنا تم ایک آیت کہتے ہو میں بیس آیات لا کر دونگا۔ حضورؑ نے پھر فرمایا کہ اگر تم ایک آیت بھی نکال کر لے آئے تو میں ہار گیا اور تم جیت گئے۔

بس پھر کیا تھا، مولوی نظام الدین اپنی چادر، جوتا اور پگڑی وہاں چھوڑ کر ننگے پاؤں دوڑتے ہوئے مولویوں کے پاس گئے اور انہیں کہا کہ میں مرزا کو ہرا آیا ہوں اور توبہ کرا آیا ہوں

۔سب مولوی یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ نظام الدین تم نے یہ بہت بڑا کام کیا ہے۔اب بتاؤ کہ تم نے مرزا صاحب کو کس طرح ہرا دیا؟ مولوی نظام الدین نے کہا کہ میں مرزا صاحب سے وعدہ کر کے آیا ہوں کہ میں انہیں حیات مسیح کے بارے میں بیس آیات قرآن شریف سے لا کر دیتا ہوں ۔اب آپ مجھے جلدی جلدی قرآن شریف سے بیس آیات نکال کر دے دو۔مولوی محمد حسین بٹالوی نے کہا کہ حدیثیں پیش نہیں کیں ۔مولوی نظام الدین صاحب مرحوم و مغفور نے کہا کہ مقدم قرآن شریف ہے اور قرآن شریف کے ہوتے ہوئے حدیثوں کا کیا کام؟ مولوی محمد حسین نے کھڑے ہو کر اور گھبرا کر اپنی پگڑی سر سے اتار کر پھینک دی اور نظام الدین سے کہا کہ تو مرزا کو ہرا کر نہیں آیا بلکہ ہمیں ہرا کے آیا ہے اور ہمیں شرمندہ کیا ہے۔میں مدت سے مرزا کو حدیث کی طرف لا رہا ہوں اور وہ مجھے قرآن کی طرف کھینچتا ہے۔قرآن شریف میں اگر کوئی آیت حیات مسیح کے متعلق ہوتی تو ہم کبھی کی پیش کر دیتے ۔اسی لیے تو ہم حدیثوں پر زور دے رہے ہیں ۔قرآن شریف ہمیں سپورٹ (support) نہیں کرتا بلکہ مرزا صاحب کے دعویٰ کو سچا کرتا ہے۔بس پھر کیا تھا مولوی نظام الدین کی آنکھیں کھل گئیں اور اس نے مولوی محمد حسین بٹالوی سے کہا کہ جب قرآن تمہارے ساتھ نہیں تو پھر تم نے مجھے بیس آیات کے دینے کا وعدہ کیوں کیا؟ اور میں اب کس منہ کیساتھ مرزا صاحب کے پاس جاؤں ۔پھر مولوی نظام الدین نے کہا کہ محمد حسین قرآن شریف تمہارے ساتھ نہیں اور تمہارا ساتھ نہیں دیتا۔بلکہ مرزا صاحب کیساتھ ہے اور اس کا ساتھ دیتا ہے۔لہذا میں بھی مرزا صاحب کیساتھ ہوں اور تمہارے ساتھ نہیں ۔یہ دنیا کا معاملہ نہیں جو میں شرم کروں ۔دین کا معاملہ ہے جدھر قرآن شریف ادھر میں۔
جب مولوی محمد حسین نے دیکھا کہ مولوی نظام الدین ہاتھ سے گیا تو پھر اسے اور تو کوئی بات نہ سوجھی جھٹ کہنے لگا کہ مولوی محمد حسن تم اسکی روٹی بند کر دو۔آئندہ اسکو روٹی نہ دینا۔
دراصل مولوی نظام الدین ہمیشہ مولوی محمد حسن کے ہاں کھانا کھایا کرتا تھا۔اس وقت مولوی محمد حسین نے اس پر روٹی کا دباؤ ڈالا۔لیکن مولوی نظام الدین صاحب بفضل خدا ثابت قدم نکلا۔اس نے روٹی کی پرواہ نہ کی اور حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں آکر بیعت کر لی۔یہ واقعہ تذکرۃ المہدی مصنف پیر سراج الحق میں تفصیلاً موجود ہے۔آنحضورﷺ نے اپنی امت کیلئے مسیح موعود کی پیشگوئی فرمائی تھی۔اس پیشگوئی کے دائرہ میں سابقہ موسوی مسیح ابن مریم نہیں آتا تھا۔اگر کوئی یہ پیشگوئی اس موسوی مسیح ابن مریم پر چسپاں کر کے بیٹھا تھا اور اسکے آسمان سے نزول کا انتظار کر رہا تھا تو وہ غلطی خوردہ تھا۔یہ پیشگوئی موسوی حضرت مریمؑ کے بیٹے کیلئے تو تھی نہیں بلکہ امت محمدیہ میں ہی کسی امتی فرد کیلئے تھی۔حضرت مسیح موعود نے مخالف علمائے سے فرمایا تھا کہ آپ حیات مسیح ناصریؑ کے عقیدہ کے حق میں مجھے قرآن مجید سے ایک آیت نکال کر دکھا دیں تو میں اپنا دعویٰ مسیح موعود چھوڑ دونگا۔لیکن چونکہ حیات مسیح ناصریؑ کے متعلق کوئی ایک آیت بھی قرآن مجید میں موجود نہیں لہذا حضرت مسیح ناصریؑ کا بجسم عنصری آسمان پر جانا اور وہاں سے بجسم عنصری غلبہ اسلام کیلئے زمین پر اترنے کا عقیدہ غلط تھا۔میں بھی آج محمودی علماء سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ قرآن مجید سے کوئی ایک واقعہ یا مثال مجھے نکال کر دکھا دیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی نبی یا غیر نبی کو ایک بچے کی بشارت دی ہو اور اس الٰہی بشارت کے وقت وہ بچہ (یعنی مبشر) موجود ہو۔اگر آپ نے ایسا کوئی ایک واقعہ یا مثال قرآن مجید سے نکال کر مجھے دکھا دی تو میں اپنے اس اعتراض کو چھوڑ دونگا کہ خلیفہ ثانی پیشگوئی مصلح موعود کے دائرہ میں نہیں آتے۔بعد ازاں دو مدعیان مصلح موعود (خاکسار اور خلیفہ ثانی) میں سے کسی ایک کی صداقت کا سوال رہ جائے گا۔اور میں آپ سب کو قبل از وقت بتاتا ہوں کہ سچا وہی ہوگا جسکے پاس الہامی ثبوت ہوگا۔لیکن چونکہ قرآن مجید میں متذکرہ بالا واقعہ کی کوئی ایک مثال بھی موجود نہیں ہے۔اس قرآنی فیصلہ کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ کے تینوں جسمانی فرزند بشمول خلیفہ ثانی اس پیشگوئی مصلح موعود کی بشارت میں نہیں آتے۔لہذا خلیفہ ثانی کے دعویٰ مصلح موعود کے سچے ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔جہاں تک پیشگوئی مصلح موعود کے ثبوت کا تعلق ہے وہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے اور میرے پاس ہے اور مجھے ہی اس نے پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق بنایا ہے۔ دوسری گذارش میری محمودی علماء سے یہ ہے کہ حضورؑ کے زمانہ میں ایک سادہ لوح مولوی نظام الدین صاحب نے مولوی محمد حسین بٹالوی کا ساتھ چھوڑتے ہوئے قرآن کا ساتھ دیا تھا اور اس جھوٹی روٹی پر لات ماردی جو جھوٹا گروہ اسے مہیا کر رہا تھا۔کیا آپ بھی آج مولوی نظام الدین ایسا ایمان کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس جھوٹی روٹی پر لات مارو گے جو آپکو محمودیت (جھوٹا دعویٰ مصلح موعود) کے تحفظ کی بدولت مل رہی ہے؟ حضورؑ نے اسی رسالہ میں ذات اور صفات باری تعالیٰ کا انتہائی عارفانہ رنگ میں ذکر فرمانے کے علاوہ مسلمانوں میں مروجہ دو غلط عقائد یعنی ختم نبوت اور حیات مسیح ناصریؑ کی بذریعہ قرآن مجید تردید فرما کر ارشاد فرمایا۔
''اگر میں نہ آیا ہوتا تو محض اجتہادی غلطی قابل عفو تھی ۔لیکن جب میں خدا کی طرف سے آ گیا اور صریح اور سچے معنے قرآن شریف کے کھل گئے تو پھر بھی غلطی کو نہ چھوڑنا ایمانداری کا شیوہ نہیں ۔'' (روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۱۴)

میں احباب جماعت سے گذارش کرتا ہوں کہ بالکل اسی طرح میرے مدلل دعویٰ مصلح موعود سے پہلے آپ سب بوجہ مرید ہونے کے خلیفہ ثانی کے غلط دعویٰ مصلح موعود کو ماننے کیلئے معذور تھے۔اب آپکی یہ معذوری ختم ہو گئی ہے۔اگر اب بھی آپ نے اس غلطی کو نہ چھوڑا اور اپنی آنکھیں نہ کھولیں تو یہ ایمانداری کا شیوہ نہیں ۔رسالہ کے آخر میں حضورؑ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک قبر دکھلائی گئی جو چاندی سے زیادہ چمکتی تھی اور اسکی مٹی بھی چاندی سے زیادہ چمکتی تھی اور مجھے بتایا گیا کہ یہ تیری قبر ہے۔ایک اور جگہ بھی دکھلائی گئی اور اس کا نام بہشتی مقبرہ رکھا گیا اور مجھے بتایا گیا کہ اس میں جماعت کے ان برگزیدہ بندوں کی قبریں ہیں جو بہشتی ہیں ۔حضورؑ نے فرمایا کہ اس قبرستان میں وہی دفن ہوگا جو یہ وصیت کرے کہ اس کی

وفات کے بعد دسواں حصہ اسکے تمام ترکہ کا حسب ہدایت اس سلسلہ کے اشاعت اسلام اور تبلیغ احکام قرآن میں خرچ ہوگا۔ اور لیکن اس سے کم نہیں۔ مزید آپ فرماتے ہیں۔

''یادرہے کہ صرف یہ کافی نہ ہوگا کہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کا دسواں دیا جاوے۔ بلکہ ضروری ہوگا کہ ایسا وصیت کرنے والا جہاں تک اسکے لئے ممکن ہے پابند احکام اسلام ہو اور تقوی اور طہارت کے امور میں کوشش کرنیوالا اور مسلمان خدا کو ایک جاننے والا اور اسکے رسول پر سچا ایمان لانے والا ہو۔ اور نیز حقوق عباد غصب کرنیوالا نہ ہو۔''(ایضاً صفحہ ۳۲۴)

اور یہ بھی فرمایا کہ۔

''اگر کوئی شخص وصیت کر کے پھر کسی اپنے ضعف ایمان کی وجہ سے اپنی وصیت سے منکر ہو جائے یا اس سلسلہ سے روگردان ہو جائے تو گو انجمن نے قانونی طور پر اسکے مال پر قبضہ کر لیا ہو پھر بھی جائز نہ ہوگا کہ وہ مال اپنے قبضہ میں رکھے بلکہ وہ تمام مال واپس کرنا ہوگا۔ کیونکہ خدا کسی کے مال کا محتاج نہیں اور خدا کے نزدیک ایسا مال مکروہ اور رد کرنے کے لائق ہے۔''(ایضاً صفحہ ۳۲۵)

میں احباب جماعت سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ مجھے سچ سچ بتائیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے وصیتی مال کے جو اغراض ومقاصد بیان فرمائے تھے کیا آج وصیتی مال انہی اغراض ومقاصد کیلئے استعمال ہو رہا ہے یا کہ اسکے اغراض ومقاصد ہی بدل چکے ہیں یعنی محمودیت (غلط دعوی مصلح موعود) اور محمودی خلافت (خاندانی خلافت) کا تحفظ۔ مزید جب کسی موصی کا نظام جماعت کے کسی معاملہ سے اختلاف (حضورؑ کے کسی دعوی یا تعلیم سے اختلاف نہیں) کے باعث اسکی وصیت کو منسوخ کرنے کی دھمکی دیکر اسے بلیک میل کیا جاتا ہے تو کیا حضورؑ نے بھی کوئی ایسی نصیحت فرمائی تھی کہ تم میرے بعد موصیوں کو اس طرح بلیک میل کرنا؟ ثانیاً حضورؑ نے تو یہ فرمایا تھا کہ اگر کوئی احمدی کسی بھی وجہ سے وصیت سے منحرف ہو جائے یا اس سلسلہ سے علیحدہ ہو جائے تو اسکے مال کو واپس کر دینا کیونکہ ایسے مال کی اللہ تعالی کو ضرورت نہیں ہے۔ کیا محمودی نظام کے کرتا دھرتا لوگوں نے حضورؑ کی اس نصیحت پر عمل کرتے ہوئے کسی ایسے موصی کا مال واپس کیا ہے؟ اور اگر نہیں کرتے تو کیوں؟ حضورؑ کے الفاظ کے مطابق جس مال کی اللہ تعالی کو ضرورت نہیں تھی محمودیت کو اس مال کی ضرورت کیوں پڑ گئی؟ میرے خیال میں اس کا سبب بھی وصیتی چندہ کی اغراض ومقاصد کا بدلنا ہی ہے۔ حضورؑ نے اس مختصر رسالہ میں اپنے متبعین کو دیگر نصائح کے علاوہ مرکزی طور پر یہ دو نصیحتیں ہی فرمائی ہیں۔ اولاً اپنی وفات کے بعد انتخابی اور الہامی خلافت کا ذکر فرمایا اور ثانیاً احباب جماعت کو بہشتی مقبرہ کی نوید عطا فرمائی ہے۔ رسالہ ''الوصیت'' کا خلاصہ اور اسکی غرض وغایت بس یہی ہے۔

سچ بات کو جھوٹ کے پردوں میں نہ چھپاؤ اور اگر تمہیں کسی سچائی کا علم ہو جائے تو اس کو جان بوجھ کر اپنے تک نہ روکے رکھو۔ (قرآن حکیم)

خیر اندیش

عبدالغفار جنبہ

۱۰ جولائی ۲۰۰۵ء